

## تعارف

# سُورَةُ الْفَلَقِ وَالنَّاسِ

نام: پہلی سورت کا نام 'الفلق' اور دوسری کا 'الناس' ہے۔ دونوں سورتوں کا نزول بھی بیک وقت ہوا مضموم معنی اور مقصد کے اعتبار سے بھی ان میں اس قدر اتصال ہے کہ انہیں الگ الگ کرنا بہت دشوار ہے۔ اس لیے انہیں معوذتین کے ایک نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان کے الگ الگ تعارف لکھنے کے بجائے ایک ہی تعارف پر اکتفا کروں گا۔

پہلی سورۃ 'الفلق' ایک رکوع، پانچ آیتوں، تینس کلموں اور چھتر حروف پر مشتمل ہے اور دوسری سورت 'الناس' میں ایک رکوع، چھ آیات، بیس کلمے اور اٹھائی حروف ہیں۔

نزول: اس بات پر تو سب متفق ہیں کہ یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں لیکن کہاں نازل ہوئیں؟ اس میں دو قول ہیں حضرت حسن بصری، عطاء، حکمر اور جابر رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہے کہ ان کا نزول مکہ میں ہوا۔ حضرت ابن عباس کے ایک قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے لیکن قتادہ، ابوصالح اور ابن عباس کے علاوہ علماء کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں۔ بعض مفسرین نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے لیکن امارت مرفوعہ دوسرے قول کی تائید کرتی ہیں، اس لیے مرفوع حدیث کے مقابلہ میں کسی کے قول کو ترجیح دینا بہت مشکل ہے۔ ایک مرفوع حدیث جسے سلم، ترمذی، نسائی، احمد بن حنبل علیہم الرحمۃ نے حضرت عقبہ بن عامر سے یوں روایت کیا ہے عقبہ کہتے ہیں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: السعدت آیات انزلت اللیلۃ لعدیث مثلھن اعوذ برب الفلق، اعوذ برب الناس یعنی تمہیں خبر ہے اللہ تعالیٰ نے آج رات مجھ پر ایسی آیتیں نازل فرمائی ہیں جن کی پہلے مثال نظر نہیں آتی۔ وہ اعوذ برب الفلق اور اعوذ برب الناس ہیں۔ عقبہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں مشرف بر اسلام ہوئے تھے۔ ان کو حضور کا یہ ارشاد کہ "آج رات مجھ پر ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جن کی مثال پہلے نظر نہیں آتی۔" یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ ان سورتوں کا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا۔ دوسری حدیث جو اس قول کی تائید کرتی ہے وہ ہے جس میں ان کے شان نزول کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اس حدیث کو ابوبکر بنوفی، نسفی، بیہقی، ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ شرح حدیث میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین سلینی نے اپنے اپنے اسفار جلیلہ میں لکھا ہے کہ سات ہجری میں جب ایک یہودی لبید بن اغصہ نے ہادوکیا۔ جس کی تفصیل آگے بیان ہو رہی ہے، اس وقت اس ہادوک کے اثرات کو کاہل کرنے کے لیے یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ ان ائمہ حدیث کی تحقیق کے بعد اور حضرت عقبہ کی مرفوع روایت کے بعد مدینہ کی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لیے ان سورتوں کے کئی ہونے پر اصرار کرنا اور

ان صریح روایات کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ ان مواقع پر ان سورتوں کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی جو پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھیں بہر حال میرے لیے ناقابل فہم ہے۔ جہاں تک میری سمجھ اور تحقیق کا تعلق ہے، میں تو اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہو گیا چند مباحث: یہاں چند ایسے اُلجھے ہوئے مباحث ہیں جن سے دامن بچا کر آگے نکل جانا کسی طرح درست نہیں۔ ان سورتوں کے تعارف کے ضمن میں ان مباحث کا تذکرہ اور ان سے جو شبہات جنم لیتے ہیں ان کا ازالہ الزم ضروری ہے۔ اس لیے قارئین کرام سے ان مباحث کے تذکرہ کی اجازت طلب کرتا ہوں۔

**بحث اول:** کیا یہ دونوں سورتیں قرآن کریم کا جزو ہیں اور قرآن کریم کی دوسری سورتوں کی طرح ان کا جزو قرآن ہونا

قطعی الثبوت ہے؟

یہ سوال اس لیے پیدا ہوا کہ بعض ایسی روایات موجود ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے قرآن کی سورتیں شمار نہیں کیا کرتے تھے اور جو صحف انہوں نے مرتب کیا تھا، اُس میں بھی یہ سورتیں موجود نہ تھیں، علامہ سیوطی نے صراحت لکھا ہے۔

اخرج احمد والبخاری والطبرانی وابن مردويه من طرق صحیحة عن ابن مسعود انه كان يحث المحدثين من المصحف ويقول لا تخلطوا القرآن بما ليس منه انما امر النبي صلى الله عليه وسلم ان يتعوذ بهما وكان ابن مسعود لا يقره بهما (الدر المنثور)

ترجمہ: امام احمد بخاری، ابن مردویہ نے صحیح طریقوں سے حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ وہ مؤذنین کو مصحف سے محو کر دیا کرتے تھے اور کہا کرتے قرآن کے ساتھ ایسی چیزیں خلط لفظ نہ کرو جو اُس میں سے نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن دو سورتوں کے ساتھ فقط پناہ مانگنے کا حکم دیا تھا نیز حضرت ابن مسعود ان سورتوں کی تلاوت نماز میں نہ کیا کرتے۔ (الدر المنثور) اِس میں تو کلام نہیں یہ سب اخبار اِمامد ہیں۔ علماء اصول حدیث نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اخبار اِمامد کی صحت کے لیے صرف راویوں کی عدالت اور قوتِ حافظہ ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اخبار اِمامد کا درایت کے معیار پر پورا اترنا بھی لازمی ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ روایت بدایت عقل کے خلاف نہ ہو۔ اگر اس قاعدہ کو پیش نظر رکھا جائے تو ان روایات کو بنیاد بنا کر انکار کی عمارت استوار کرنا قرین و اشدہندی نہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما صحابہ میں سے نہ تھے جنہیں ساری عمر میں ایک آدھ بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہو یا دُنیاوی مصروفیتوں کے باعث بارگاہِ نبوت میں کبھی ماضی کی سعادت مل جاتی ہو اور کبھی نہ ملتی ہو۔ بلکہ آپ ان نوحش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو ہمیشہ خدمتِ عالیہ میں حاضر باش رہا کرتے تھے۔ آپ کا شمار صحابہ کرام میں تھا جو آٹھوں پر مسجد نبوی میں پڑھے رہتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت، خدمت میں ماضی، ارشاد و رسالت کو سنانا، اُن کو یاد رکھنا۔ قرآن کریم کی جو آیتیں نازل ہوتیں اُن کو حفظ کرنا۔ ان کی زندگی کی ساری سرگرمیاں انہی چند باتوں میں سمٹ کر رہ گئی تھیں۔ وہ تقریباً ہر نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ادا کیا کرتے تھے۔ عقبہ ابن عامر جو ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں آیا

لائے تھے، انہیں تو ان سورتوں کے بارے میں علم ہو کر یہ قرآن کا حصہ ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما جو ہجرت سے پہلے ہی ورسلاً میں مشرف ہو چکے تھے اور شاؤد ناما درہی کبھی غیر حاضر ہوئے ہوں۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ان سورتوں کو نماز میں تلاوت فرمایا۔ صد باصحاب نے اپنے کانوں سے اسے سنا، یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے ہمت مند حاضر باش نہ نماز حضور کی اقتداء میں پڑھنے والے کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ قرآن کی سورتیں ہیں یا نہیں؟ بڑی تعجب خیز بات ہے۔ اس لیے یہ روایات جو سب کی سب احاد ہیں، ان کی بنا پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ خیال اور خیال بھی ایسا جس سے فقط ابن مسعود پر ہی اعتراض وارد نہیں ہوتا، بلکہ ایک ایسا دروازہ کھل جاتا ہے جس سے کفار و محمدین کو تملہ قرآن کریم کے بارے میں زبان طعن دراز کرنے کی سند مل جاتی ہے، کم از کم میرے فہم سے یہ بات بالاتر ہے۔

یہ روایت جو ابن قتیبہ نے نقل کی ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود اپنے مصحف میں معوذتین کو نہ لکھا کرتے تھے کیونکہ یہ سنا کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دو سورتیں پڑھ کر سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کو دم فرماتے ہیں اور یہ دوسرے ذموں کی طرح ایک دم ہی ہے۔ یہ بات بھی کسی طرح قابل تسلیم نہیں، کیونکہ قرآن کریم سراپا اعجاز ہے جس کی مثال لانا کسی ایک فرد کسی انسانی جماعت بلکہ شعما، ونبغا، کے کسی مجمع علمی سے بھی ممکن نہیں۔ اس میں اور دوسرے ذموں میں کیوں کر التباس پیدا ہو سکتا ہے خصوصاً ابن مسعود جیسی شخصیت کو جو فصیح اللسان، لغت عربی کے ماہر، اسالیب کلام اور انداز گفتگو کے عارف تھے۔ مزید برآں جسے فصیح العرب والعم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت نے گزند بنا دیا تھا، ان کا اس اشتباہ میں مبتلا ہونا ناممکن ہے۔ خود علامہ سیوطی نے طبرانی سے ایک حدیث بیان کی ہے :

اخرج الطبرانی في الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لقد انزل علي

آيات لم ينزل علي مثلهن المعوذتين - (الدر المنثور)

ترجمہ: طبرانی نے اوسط میں سند حسن سے حضرت ابن مسعود سے یہ ارشاد و رسالت نقل کیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ مجھ پر ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جن کی مثل مجھ پر نازل نہیں ہوئی اور وہ معوذتین ہیں۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابن مسعود کو ان آیات کے نزول کے بارے میں آگاہ فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ کا یہی خیال ہو کہ یہ محض مجاز پھونک کے لیے چند جملے نازل ہوئے ہیں اور قرآن کا جو ذہن نہیں ہیں لیکن حضور کا یہ ارشاد سننے کے بعد اگر ان کے بارے میں انہیں کوئی شک تھا بھی تو وہ دُور ہو گیا اور آپ نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا۔

یہ الگ بات ہے کہ کسی کے دل میں صحابہ کو غلط کار ثابت کرنے کا اتنا نیا وہ شوق ہو کہ وہ ان تمام واضح حقائق کو بھی باسانی نظر انداز کرنے کے لیے تیار ہو جس طرح صاحبِ تعلیم القرآن نے اس مقام پر اظہارِ خیال کیا ہے اگر ان کو بھی لیا جائے کہ حضرت ابن مسعود کے مصحف میں یہ سورتیں مرقوم نہ تھیں، اس لیے وہ ان کو قرآن کا جو ذہن نہیں سمجھتے تھے، تو عرض ہے کہ ان کے مصحف میں تو سورۃ فاتحہ بھی مرقوم نہ تھی۔ کیا اس کا آپ یہ مطلب لیں گے کہ وہ اسے بھی قرآن کی سورت شمار نہ کرتے تھے؟



جس کو وہ ہر نماز کی ہر رکعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرأت فرماتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے۔ ان سورتوں کے نہ گھسنے کی معقول وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ وہ بکثرت تلاوت کی جاتی تھیں، اس لیے انہیں لوگ بر زبان تھیں! انہیں قطعاً یہ دم تک بھی نہ تھا کہ وہ انہیں فراموش ہو جائیں گی۔ یہ صحیف آپ نے اپنی سؤلت کے لیے مرتب کیا تھا۔ ان سورتوں کے گھسنے کی انہوں نے ضرورت محسوس نہ کی اس لیے نہ لکھیں۔

مختلف کتب میں اس قسم کی روایات پائی جاتی ہیں، ہر قاری کے پاس نہ اتنی استعداد ہوتی ہے اور نہ اتنی فرصت کہ وہ ان روایات کی تحقیق کر سکے، اس لیے ہم لوگ طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ ان تمام اعتراضات اور شبہات کو دور کرنے کے لیے اس ایک اصول کو آپ خوب ذہن نشین کر لیں کہ قرآن کریم کس کو کہتے ہیں؟ قرآن کریم وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا اور پھر بذریعہ تواتر نقل کیا صحابہ سے تا ہمیں نے اسی تواتر سے سنا۔ یوں ہی سلسلہ وار وہ ہم تک نہ مقول ہوتا چلا آیا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ کرام نے بالاتفاق حضرت زید ابن ثابت کے مدون کردہ نسخہ کے مطابق ایک نسخہ تیار کیا اور اُس کی متعدد نقول اپنی بیخانی میں تیار کر کے مملکت اسلامیہ کے مختلف اُمراء کی طرف روانہ کیں تاکہ عرب و عجم میں اسی کے مطابق تلاوت کی جائے اور عمل کیا جائے۔ اس لیے قرآن کریم صرف اسی صحیف مبارک کا نام ہے۔ اس کے خلاف آپ کو جو روایت نظر آئے یا وہ سند کی وجہ سے ساقط الاقتبار ہوگی یا وہ خبر واحد ہوگی یا کسی کا اپنا ذاتی قول ہوگا۔ الغرض کلام اللہ وہی ہے جو اُس صحیف عثمانی کے مطابق ہے جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور اس وقت تک لیکر آج تک اس میں نہ کسی لفظ کی کمی بیشی ہوئی نہ کسی آیت میں تقدیم و تاخیر نہ کوئی نہ کلمات کی ترتیب میں کوئی تغیر رو پڑا ہو۔

**بحث ششم: دو عہد**؛ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا جاوے گا؟ اور ذات اقدس و اطہر پر اس کا اثر کیا ظاہر ہوگا؟ اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کرنے سے پہلے میں قارئین کرام کے سامنے اُن تمام روایات کا خلاصہ پیش کرتا ہوں جو مختلف کتب میں باختلاف الفاظ منقول ہیں۔ اس کے بعد اُن اعتراضات کا ذکر کروں گا جو تقدیم اور جدید معتزلیوں نے وارد کیے ہیں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اہل سنت کے موقف کو بیان کروں گا۔

”یثرب کے یہودیوں کو روز اول سے ہی جو بلا وجہ عداوت اور حد حضور کی ذات اقدس کے ساتھ تھا اس کی تفصیلات کئی مقامات پر آپ پڑھ چکے ہیں۔ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی شان کو بلند کرتا۔ فتوحات کے دروازے کھلتے جاتے، ایسے ایسے ہی ان کی عداوت کے شعلے بھڑکنے لگتے۔ شہر میں جب حدیبیہ سے حضور پھرتے واپس تشریف لائے تو خبیثہ کے بیٹوں کا ایک وفد مدینہ کے ایک مشہور جاویدگر لیبید ابن اعصم کے پاس آیا۔ بعض مؤرخین نے اسے یہودی کہا ہے لیکن یہ درحقیقت انصار کے ایک قبیلہ بنی زریق کا ایک فرد تھا۔ ممکن ہے اُس نے یہودی مذہب اختیار کر لیا ہو۔ اس لیے اسے یہودی کہا گیا ہو۔ غیر کے وفد نے اُس کے سامنے اپنی پیتا بیان کی اور کہا کہ مکہ کے اس قبیلہ نے یہاں آکر ہماری حرمت خاک میں ملا دی ہے ہم نے سیاسی طور پر ان کو ناکام بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، سازشیں کیں، منصوبے بنائے، لشکر قبائل کو ان کے خلاف بھڑکایا لیکن

ناکام رہے۔ اس کے علاوہ ہمارے ہاں جتنے ماہر جادو گر تھے انہوں نے بھی بڑے متن کیے بڑی زور آزمائی کی لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ ہمارے اس علاقہ میں تمسکے سحر کی دھوم مچی ہوئی ہے ہر طرف سے مایوس ہو کر ہم تیرے پاس آئے ہیں۔ اگر تو ہماری امداد کے لیے تو یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ انہوں نے اس کی خدمت میں بھاری نذرانہ بھی پیش کیا۔ چنانچہ اُس نے حامی بھری۔ ایک بیوی لڑکا حضور کی خدمت میں رہا کرتا تھا کسی طرح درغلا کر اُس سے حضور کی کنگھی کا ایک ٹکڑا اور چند ٹکڑے مبارک حاصل کر لیے۔ اُس نے اور اُس کی بیٹیوں نے جو اس فن میں اپنے باپ سے بھی دو قدم آگے تھیں جادو کیا اور ان چیزوں کو زکھور کے خوشے کے خلاف میں رکھ کر بنی زریق کے ایک کنویں کی تہ میں ایک بھاری پتھر کے نیچے دبا دیا۔ اس کنویں کا نام "ذروان" یا ذی اروان بتایا جاتا ہے۔ بعض نے اس کا نام "برارین" بھی لکھا ہے۔

چھ ماہ گزرنے کے بعد معمولی معمولی اثر ظاہر ہونے لگا۔ آخری چالیس دن زیادہ تکلیف کے تھے۔ اُن میں سے بھی آخری تین دن تکلیف اپنی نہایت کو پہنچ گئی۔ اس جادو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قسم کی تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ اس کے بارے میں بھی تصریحات موجود ہیں۔ علامہ سلطی لکھتے ہیں:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يذوب ولا يدري ما وجعه : یعنی حضور کی طبیعت گھٹنے لگی۔ نقاہت بڑھنے لگی لیکن بظاہر اس کی کوئی وجہ معلوم نہ ہوتی۔

علامہ آکوسی لکھتے ہیں : حتی ليعضل اليه انه فعل الشبي ولد ليكن فضله (دُوح المعاني) یعنی ایسا کام جو نہ کیا جاتا، اس کے بارے میں حضور کو خیال ہوتا کہ کیا گیا ہے۔

کتب حدیث میں اس جادو کے اثرات کے بارے میں جتنی روایات ملتی ہیں، اُن کا یہی بخور ہے کہ جہاں طور پر نقاہت کمزوری محسوس ہوتی، لیکن ایسی کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی موجود نہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ نفسِ نبوت کی ادائیگی میں کبھی ہاں برابر فرق آیا ہو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نماز کے ارکان میں تقدیم و تاخیر سرزد ہوئی ہو یا تلاوت قرآن کے وقت نیاں طاری ہو گیا ہو یا مملکت اسلامیہ کی توسیع اور استحکام یا اسلام کی تبلیغ میں کوئی معمولی سا رخنہ بھی پیدا ہوا ہو۔

جب تکلیف زیادہ بڑھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ الہی میں دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اُسی رات حضور کو خواب میں حقیقتِ حال سے آگاہ فرمایا گیا؛ چنانچہ حضور نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بتایا کہ اے عائشہ! میں نے اپنے رب سے جس بات کے بارے میں دریافت کیا تھا میرے خدانے مجھے اس کے متعلق بتا دیا ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہوا رات کو خواب میں دو آدمی میرے پاس آئے۔ ایک میرے سر پرانے بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کے نزدیک (بعض روایات میں ہے کہ وہ جبرائیل اور میکائیل تھے) ایک نے دوسرے سے پوچھا "انہیں کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے جواب دیا "انہیں جادو کیا گیا ہے۔ پوچھا کس نے کیا ہے؟ جواب ملا: "بید ابن اعصم نے۔" پوچھا کس چیز میں؟ بتایا: "کنگھی کے ایک ٹکڑے کو اور چند بابوں کو زکھور کے خوشے کے پردے میں رکھ کر۔" پوچھا کہاں رکھا ہے؟ بتایا: "ذی لوان کے کنویں کی تہ میں ایک پتھر کے نیچے۔" پوچھا: "اب کیا کرنا چاہیے؟" بتایا: "اس کنویں کا سارا پانی نکال دیا جائے پھر اس

پتھر کے نیچے سے ان چیزوں کو نکالا جائے :-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرما حضرت سیدنا علی، عمار ابن یاسر اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو اس مقصد کے لیے اس کنویں کی طرف بھیجا، انہوں نے پانی نکال کر اس کنویں کو خشک کر دیا۔ اتنے میں حضور خود بھی وہاں تشریف لے گئے پتھر کو اٹھایا تو اُس کے نیچے سے وہ غلاف نکلا، اُسے کھولا تو اُس کے اندر گنگھی کا ایک ٹکڑا، چند بال جو تانت کے ایک ٹکڑے میں بندھے ہوئے تھے اور اس تانت میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ اسی اثنا میں حضرت جبرائیل حاضر ہوئے اور یہ دونوں پڑھ کر نائیں اور عرض کیا کہ ”آپ ان سورتوں کی ایک ایک آیت پڑھتے جائیں اور ایک ایک گرہ کھولتے جائیں اور ایک ایک سوئی نکالتے جائیں“ چنانچہ دونوں سورتوں کی گیارہ آیتیں پڑھی گئیں۔ ان کی تلاوت سے گیارہ گرہیں کھلیں اور ساری سوئیاں نکل گئیں۔ اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت ہشاش بشاش ہو گئی اور جادو کا سارا اثر زائل ہو گیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اجازت ہو تو اس نجیث کا سرفلم کر دیا جائے حضرت سید عالم نے ارشاد فرمایا: امانا فقد شفاف الله واكره ان اشير على الناس مشرا۔

ترجمہ: ”مجھے تو اللہ تعالیٰ نے شفاف بخش دی ہے۔ میں اپنے لیے لوگوں میں فتنہ کی آگ بجھکانا نہیں چاہتا۔“  
سُحَّانَ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰعَالَمِيْنَ کی کیا شان ہے۔ اپنی ذات کے لیے اپنی جان کے دُشمنوں سے بھی کبھی انتقام نہیں لیا۔  
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مَقْبِلَ الْعَشْرَاتِ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَحَ عَنِ الزَّلَّاتِ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ۔  
اس واقعہ کا خلاصہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے۔ اب ذرا قدیم معزز اور جدید فضیلت پسندوں کے اعتراضات کا مطالعہ فرمائیے۔ وہ ان تمام روایات کو ساقط الاعتبار، ناقابل اعتماد و قرار دیتے ہوئے بیک تلم ان پر خط تخریج کیسے دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر ان روایات کو صحیح تسلیم کیا جائے، تو اس سے منصب نبوت کی توہین ہوتی ہے بلکہ ہر قسم کی وحی اور شریعت کے جملہ احکام پر سے وثوق اٹھ جاتا ہے، کیونکہ اگر ان روایات کے مطابق مان لیا جائے کہ حضور پر جادو کا اثر ہو گیا تھا تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے اثر سے کوئی آیت ذہن سے اُتر گئی ہو قرآنی آیت کے بجائے کسی خود ساختہ جملہ کو آیت قرآنی فرض کر لیا گیا ہو۔ شریعت کا یہ قانون اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو بلکہ سحر کی فسون کاری کا کرشمہ ہو نیز یہ روایات اس آیت کے بھی منافی ہیں۔ ”وَ اللّٰهُ يَعْصِيْكَ مِنْ اِنْسَانٍ“ کہ لوگوں کی شرانگیزیوں سے اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ ہے۔ جب عصمت نبوت کی ذمہ داری خود اللہ رب العزت نے لی ہے تو پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ یہودیوں کے سحر کا حضور پر اثر ہو گیا ہو عقل کے جدید اور قدیم پرستاروں کا نظریہ آپ نے پڑھ لیا۔ بات کا جس طرح انہوں نے تبخیر بنایا ہے، اُس کو بھی آپ نے دیکھ لیا۔

ان اعتراضات اور شکوک کے بائیسے میں اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو حیثیتیں تھیں، ایک حیثیت نبوت اور دوسری حیثیت بشریت۔ عوارض بشری کا ورود ذات اقدس پر ہوتا رہتا تھا۔ بخار، درد، چوٹ لگنا، دندان مبارک کا شدید ہونا۔ طائف میں پنڈلیوں کا لولہ مان ہونا اور اُحد میں جبین سعادت کا زخمی ہونا۔ یہ سب واقعات



تاریخ کے صفحات کی زینت ہیں۔ یہ لوگ بھی ان سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتے اور ان عواض سے حضور کی شان رسالت اور حیثیت نبوت پر قطعاً کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اسی طرح یہاں بھی جادو کا اثر حضور کی جسمانی صحت تک محدود تھا رسالت کا کوئی پہلو قطعاً اس سے متاثر نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا کہ اس جادو سے حضور کوئی آیت مجہول جاتے یا الفاظ میں تقدیم و تاخیر کرتے یا قرآن میں اپنی طرف سے کوئی جملہ بڑھا دیتے یا نماز کے ارکان میں رد و بدل ہو جاتا تو اسلام کے بغواہ اتنا شور و غل مچاتے کہ الامان والحفیظ! بطلان رسالت کے لیے انہیں ایک ایسا منگ ہتھیار دستیاب ہو جاتا کہ اس کے بعد انہیں دعوت اسلامی کو ناکام کرنے کے لیے مزید کسی ہتھیار کی ضرورت نہ رہتی، لیکن اس قسم کا کوئی واقعہ کسی حدیث یا تاریخ کی کتاب میں موجود نہیں، دشمنان اسلام نے آج تک جتنی کتابیں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھی ہیں ان میں بھی اس قسم کا کوئی واقعہ درج نہیں معلوم ہوا کہ لہذا یہودی کے جادو کا اثر فقط اس حد تک ہوا کہ صحت گرامی متاثر ہوئی جس طرح علامہ سیوطی اور علامہ آکوسی کے حوالے نقل کیے جا چکے ہیں۔

رہی یہ بات کہ جادو کی کوئی حقیقت ہے یا نہیں؟ جادو سے کسی چیز کی حقیقت بدل جاتی ہے یا فقط نظر بندی کے طور پر چیز ہوتی کچھ ہے اور دکھائی کچھ دیتی ہے۔ یہ ایک الگ بحث ہے لیکن اس سے لوگوں کا متاثر ہونا ایک یقینی چیز ہے۔ ساحران فرعون کا تذکرہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمایا گیا ہے یعنی قرآنی سے یہ چیز ثابت ہے کہ لوگان رسول کو سناپ خیال کرنے لگے۔ سانپوں کی طرح انہیں لہراتے ہوئے دیکھ کر وقتی طور پر موسیٰ علیہ السلام بھی مخالف دہرا سان لگتے قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

فاذا جبالہم وعصیہم یخجل الیہ انہما تسعی۔ فاوحی فی نفسہ خیفۃ مؤمنۃ قلنا لا تحف انک انت الاعلیٰ

ترجمہ: پس ان کی رسیاں اور سونٹیاں آپ کو بول معلوم ہونا کہ وہ ڈوڑ رہی ہیں، ان کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ ہم نے کہا اے موسیٰ! تم ڈرو۔ تم ہی مر رہے ہو۔

انہیں کے بارے میں سورہ طہ میں ہے: سحر و اعین انناس؛ یعنی ان جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا تھا۔

**بحثیے سوئٹھ: جھاڑ بھونک کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟**

ایک بات پہلے ہی ذہن نشین کر لینا ضروری ہے جھاڑ بھونک کا رواج ہر انسانی معاشرہ میں قدیم ازم سے موجود ہے اس مقصد کے لیے جو منتر، طلسم یا نقوش ان کے ہاں رواج پذیر تھے۔ ان کی دیویاں، دیوتاؤں کے نام، شیطانی قوتوں سے استمداد، آسانی کو اکب و سیارات سے استغاثہ وغیرہ عام تھا۔ نیز وہ ان چیزوں کو مؤثر حقیقی اور ناقابل مستقل یقین کرتے تھے۔ اسلام نے شرک کو بچ و بچ سے اکھیر کر رکھ دیا۔ ان کے اس عقیدہ کے بطلان کو طشت از باہم کر دیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی دیوی، دیوتا، کوئی چاند تارا یا سونچ مؤثر حقیقی ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ تو گمان ہی نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام کسی ایسے منتر یا جھاڑ بھونک کی اجازت دے جس میں شرک یا بڑے عقائد کا شائبہ تک بھی پایا جاتا ہو، اس لیے ایسے تمام منتر، طلسم، نقوش

تعویذات وغیرہ اسلام میں قطعاً حرام اور ممنوع ہیں جن احادیث میں دم کرنے جھاڑ پھونک کرنے وغیرہ کی مانعت لگی ہوگی۔ ان جملہ احادیث سے اسی قسم کے شرکیہ اعمال مراد ہیں لیکن ایسا دم یا تعویذ جس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی اہم مبارک، کوئی آیت قرآنی یا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے نکلا ہوا کوئی جملہ ہو یا جس نقش میں یا دم میں شرکیہ بات نہ ہو اُس کا کرنا جائز ہے۔ حضور خود بھی اپنے آپ کو دم فرمایا کرتے اور صحابہ کرام پر بھی دم کرتے اور حسین کریمین کو تو خصوصی دم فرمایا کرتے۔ بعد رسالت میں اور اس کے بعد صحابہ کا بھی یہ معمول تھا۔ اُس وقت سے لے کر اب تک پکا ان اُمت کا بھی یہ دستور ہے۔ آپ چند شواہد ملاحظہ فرمائیے!

سب سے پہلی دلیل قرآن و سنوہتوں کا نزول ہے اور ان کے پڑھنے کی برکت سے جاوہ کی تاثیر کا ختم ہو جانا ہے۔ حضور علی الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ ہر شب آرام کرنے سے پہلے آخری تینوں نفل پڑھتے، اپنے مبارک ہاتھوں پر دم فرماتے پھر اپنے سانسے ہم پر انہیں پھیر لیتے۔ یہ معمول حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے جو خود بخوبی شاہد ہیں۔ جن محدثین نے اس روایت کو اسناد صحیحہ سے نقل کیا ہے۔ ان میں امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، ابن ماجہ، ابوداؤد علیہم الرحمۃ جیسے اکابر ہیں۔ نیز امام بخاری، امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین کو یہ پڑھ کر دم فرمایا کرتے:

أَبَيْتُكُمْ كَمَا بَعَلَّتْ اللَّهُ الشَّامَةَ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَا تَعْبُ

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی نے ایک روز عرض کیا: یا رسول اللہ! جب سے مسلمان ہوا ہوں مجھے شدید درد ہوتا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جان لیوا ثابت ہوگا حضور نے فرمایا: درد کی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھو، پھر تین بار بسم اللہ ادا اور سات مرتبہ یہ پڑھتے ہوئے درد کی جگہ پر ہاتھ رکھو: اَعُوذُ بِاللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَحَدٌ وَاَحَاذِرُ۔  
مسند امام احمد اور طحاوی میں طلق بن علی کی روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ کی موجودگی میں کچھ نونے ڈنگ مارا حضور نے مجھے دم فرمایا اور دست مبارک پھیرا۔

صحیح مسلم میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے عیادت کے لیے جبرئیل امین حاضر ہوئے۔ پوچھا: جان عالم! کیا آپ بیمار ہو گئے؟ فرمایا ہاں۔ جبرئیل نے یہ پڑھ کر دم کیا:  
بِسْمِ اللَّهِ أَزْقِيكَ مِنْ كُلِّ مَشْرَبٍ يُؤْتِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدَةٍ، اللَّهُ يَشْفِيكَ -  
بِسْمِ اللَّهِ أَزْقِيكَ - (ترجمہ) میں اللہ کا نام لے کر آپ کو دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو اذیت دے اور ہر نفس اور عاصد کی نظر سے۔ اللہ آپ کو شفا دے۔ میں اللہ کا نام لے کر آپ کو دم کرتا ہوں۔

مسند امام احمد میں اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں رونق افروز ہوئے، میرے پاس شفا و نامی ایک خاتون بیٹھی تھی جو نملہ ذباب، کا دم کیا کرتی تھی حضور نے فرمایا شفا، یہ دم حفصہ کو بھی سکھا دو۔ خود شفا بوقت عبداً اللہ گستی ہیں کہ مجھے حضور نے فرمایا کہ تم نے حفصہ کو جس طرح کھنا پڑھنا



سکھایا ہے نلکا دم بھی سکھادو۔ (مسند امام احمد، ابوداؤد، نسائی)

صحیح مسلم میں عرف ابن مالک اشجعی کی یہ روایت مذکور ہے کہ ہم نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، اب اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے حضور نے فرمایا: جو پڑھ کر تم دم کیا کرتے تھے وہ مجھے سناؤ۔ جھاڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جب تک اس میں شرک نہ ہو۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے منع فرمادیا۔ پھر حضرت عمرو ابن حرم کے خاندان کے لوگ آئے اور عرض کیا کہ ہمارے پاس ایک عمل تھا جس سے ہم پھوسا سانسپ کے کانے کو دم کیا کرتے تھے مگر حضور نے ان کاموں سے منع فرمادیا ہے۔ پھر انہوں نے وہ دم پڑھ کر سنایا۔ حضور نے فرمایا: اس میں تو میں کوئی مضائقہ نہیں پاتا، تم میں سے جو شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ ضرور پہنچائے۔

(مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ)

میں نے کثیر التعداد احادیث میں سے صرف چند احادیث پیش کی ہیں۔ طالب حق کے لیے اس میں کفایت ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز اسی وقت نفع پہنچاتی جب اذن الہی ہو۔ اس کے علاوہ کوئی چیز بھی اثر نہیں کرتی۔ اگر جڑی بوٹیاں، گولیاں، شربت، معجونیں اور نیکیے اذن الہی سے صحت و عافیت کا سبب بن جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی آیات قرآنی اور فرمودات رسالت اذن الہی سے کیوں مؤثر نہیں ہو سکتے۔ آخر میں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ کیا دم اور تعویذ پر نذرانہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کے لیے حضرت ابوسعید خدری کی اس روایت سے استدلال کافی ہے جو امام بخاری، امام مسلم، ترمذی اور دیگر کتب احادیث میں منقول ہے۔ اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہم پر اپنے چند صحابہ کو بھیجا جن میں حضرت ابوسعید خدری بھی تھے۔ ان کا گزر ایک بستی سے ہوا جہاں ایک عرب قبیلہ سکونت پذیر تھا۔ انہوں نے اس قبیلہ سے اپنے لیے کھانے کا مطالبہ کیا، لیکن انہوں نے انہیں کوئی چیز دینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے بغیر کچھ کھانے رات بسر کی۔ اسی اثنا میں قبیلہ کے سردار کو کسی زہریلے پھونے ڈنگ مار دیا۔ جب اس کی تکلیف حد سے زیادہ بڑھی تو وہ لوگ مسلمانوں کے پاس آئے اور اگر کما کر ہمارے سردار کو پھونے کا ٹاٹا ہے، وہ دود سے تمللا رہا ہے۔ اگر تم لوگوں کے پاس کوئی دوا ہو یا کوئی دم کر سکتا ہو تو وہ آکر اسے دم کرے حضرت ابوسعید نے کہا کہ مجھے پاس اس کا علاج تو ہے لیکن تم نے بڑی بے مروتی کا سلوک کیا ہے یہیں کھانا تک نہیں دیا اس لیے جب تک تم ہمیں کچھ معاوضہ دینا طے نہ کر لو اس وقت تک ہم اس کا علاج نہیں کریں گے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر ہمارے سردار کو آرام آ گیا تو ہم تمہیں بکریوں کا ایک ریوڑ دیں گے حضرت ابوسعید گئے اور سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد پنا عذاب دین اُس پر ملا۔ دروازہ اٹل ہو گیا اور اُن کا سردار بالکل تندرست ہو گیا۔ قبیلے والوں نے وعدہ کے مطابق ریوڑ جس میں تیس بکریاں تھیں مسلمانوں کو دیا۔

جب حضرت ابو سعید وہ روپڑ لے کر مسلمانوں کے پاس واپس آئے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک حضور نبی کریم سے مسئلہ دریافت نہ کر لیں اُس وقت تک ہمیں یہ بھگیاں استعمال میں نہیں لانی چاہئیں۔ جب مم سے فارغ ہونے کے بعد یہ حضرات مدینہ طیبہ واپس پہنچے تو سارا قصہ عرض خدمت کیا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں یہ کس طرح پتہ چلا کہ یہ سورت پڑھ کر دم کیا جاتا ہے۔ بکریاں لے لو اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ اس روایت کے بعد اس مسئلہ پر مزید بحث کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

**موضوع** ان سورتوں کی تشریح کے ضمن میں تمام چیزیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں۔ یہاں آپ اتنا ہی خیال رکھیں کہ بندہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اگر وہ حق کے لیے سرکبف باطل کے سامنے میدانِ جہاد میں قدم رکھتا ہے تو ایک ذات ایسی ہے جس کے دامن میں اُسے پناہ مل سکتی ہے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ سبھی ہر اسل اور یا یوس نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے اور ان کلماتِ طیبات سے اس کی پناہ میں پناہ کے لیے عرض کرتا رہے۔

نیورسنٹرل جیل سرگودھا

۱۵۔ اپریل ۱۹۷۷ء

کل مجھے اور میرے پانچ ساتھیوں کو حرمِ بخش فیاض مجسٹریٹ درجہ اول جھلوال نے چار ماہ قید با مشقت کی سزا سنائی۔ الحمد للہ۔

## سُوْرَةُ الْفُلُقِ مَدِيْنَةِ وَرَهْمِيْ خَمْسِيْنَ اِيَّاتٍ

سورہ الفلق مدنی ہے اور اس میں پانچ آیتیں ہیں

### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

### قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفُلُقِ ۱۱ مَنْ شَرَّ مَا خَلَقَ ۱۲ وَ مِنْ شَرِّ

اُپ جزل کیجیوں میں پناہ لینا ہوں صبح کے پروردگار کی لہے ہر اُس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا ہے اور (خصوصاً) رات کی

لہے علامہ رابع عوذ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: العوذ: الالتماء الی الغیب والتعلق بہ کسی کی پناہ لینا اور اس کے ساتھ چمٹ جانا۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: عاذ بہ یعوذ عوذاً: لاذ بہ والجا الیہ واعتصم۔ (لسان العرب) کسی کی پناہ لینا، کسی کا واسن مضبوطی سے پکڑ لینا۔

الفلق کا اصلی معنی تو چھینا اور بھانڈنا ہے اس آیت میں اس سے مراد مٹا ہے جو رات کا سینہ چاک کر کے باہر نکلتی ہے قرآن کریم کی یہ دو آخری سورتیں ہیں۔ انہیں سووے تین کہتے ہیں اس کتاب مقدس میں انسان کا نشوونما جہاں میں پیدا کیا گیا۔ اس کی منزل متعین کر دی گئی جس کے بغیر اور کوئی منزل اس میں قابل نہیں کہ فروع انسانی کے کسی فرد کی یا کسی جماعت کی منزل بن سکے یہی وہ بلند منزل ہے جس پر خیر نزل ہونے کے لیے پرکشا ہونا اس سمود ملائکہ کو زیب دیتا ہے۔ لیکن اس منزل کی راہ مشکلات سے آئی ہوتی ہے قدم قدم پر رکاوٹوں کے پہاڑ راستہ روکے کھڑے ہیں، لیکن گاہوں میں اس کے دشمن اس کی ناک میں بیٹھے ہیں تاکہ جب موقع ملے وہ اس پر چبھت پڑیں اس کی دشمن قوتیں ایسی بھی ہیں جو اس کی جسمانی صلاحیتوں کو فنا کرنے کے لیے پرتو قوی رہی ہیں۔ لیکن ایسی ہیں جو اس کی متاع ایمان کو غارت کر دینا چاہتی ہیں۔ یہ مشیت خفاک بیک وقت ان تمام دشمنوں سے کیسے برسر پیکار ہو سکتا ہے اور کیوں کر ان میں سے ہر ایک کو بچھا سکتا ہے؟ اس لیے اس راہرو منزل شوق کو قرآن کریم ایک ایسی ہستی کی پناہ لینے کا درس دے رہا ہے جو سب سے اعلیٰ سب سے بالا اور سب سے اوقوی اور سب پر غالب ہے۔ وہ تیرے ظاہری اور باطنی دشمنوں کو جانتا ہے وہ تیرے جسمانی اور ذہنی اعدا کو بھی پہچانتا ہے تیرے خلاف ان کے کھلے منصوبوں اور خفیہ سازشوں سے اچھی طرح آگاہ ہے اور ان منصوبوں کو خاک میں ملانے اور ان کی سازشوں کو ناکام کرنے کی بھی پوری قوت رکھتا ہے۔ اُو! اس کی پناہ لے لو، اس کے واسن کرم کو مضبوطی سے پکڑ لو پچھلے بے خوف و خطر اپنی منزل کی طرف بڑھتے چلو۔ تم کس بلندی پر اپنا آسٹیا بنا رہے ہو؟ تیرے عزم اور بہت پر منحصر ہے خارجی اور داخلی مزاحمتوں سے اب تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

اس سورت میں ان امور کا ذکر کیا گیا جو انسان کی جسمانی نشوونما اور صحت و عافیت کے لیے خطرناک ہیں اور دوسری سورت میں



## غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۞ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۞ ۱

تاریکی کے شر سے جب وہ چھا جائے ۱ اور ان کے شر سے جو چھونکے مارتی ہیں گرجوں میں ۱ اور

ان خطرات کا ذکر کیا گیا جو اس کے ایمان وایقان کو اس سے چھین لینا چاہتے ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا اور حضور کے واسطے سے ہر نظام بارگاہ رسالت کو حکم دیا کہ اگر میں پناہ لیتا ہوں صبح کے پروردگار کی جس نے رات کی تاریکی کو صبح کے اجالے سے بدل دیا رات کے سناٹے اور دیرانے کو دن کی رونقوں سے نواز دیا جس نے رات کی وحشتوں کو دن کی دلچسپیوں میں تبدیل کر دیا، جو نامساعد حالات کو یوں تبدیل کرنے پر قادر ہے، وہ تیری بگڑی بھی بنا سکتا ہے، تیری امیدوں کی دنیا میں جو گھمب اندھیرا ہے اس کی نظر کرم سے وہ بھی کافر ہو سکتا ہے اس کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر فریاد تو کر، پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟

۱ میں ہر چیز کی اذیت رسانی اور شرانگیزی سے پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ ہم نہ تمام چیزوں کو شکر کر سکتے ہیں اور نہ ہر چیز کی مستحقوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں، اپنے ناقص علم کے باعث ہم ایک چیز کو اپنے لیے بڑا فائدہ مند خیال کرتے ہیں، درحقیقت وہی چیز ہمارے لیے مضر اور تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے، اس لیے تفصیلات کو رہنے دو اور یہ عرض کرو کہ جس چیز کا ثوفا خان ہے اس میں حضرت اور تکلیف کا میرے لیے جو پہلو ہے، جسے تو خوب جانتا ہے اور جس کے دور کرنے پر تو قادر ہے، میں تجھ سے ہی اس کی پناہ مانگتا ہوں۔

۲ غَاسِقٍ، اللیل المظلمہ، تاریک رات، شب وچمبور۔ وَقَبَ، کسی چیز کا کسی چیز میں داخل ہو جانا، اس کے رگ وپے میں سما جانا۔

رات کی تاریکی کی شدت کا ذکر جو رہا ہے کہ جب اس کی ظلمت کائنات کی ہر چیز کو اپنے دامن میں لپیٹ لے، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا پھیل جائے، یہ منظر نہایت خود بڑا دلچسپ، ناک اور کرب انگیز ہوتا ہے۔ نیز رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر چور چوری کرتا ہے، قاتل خونریزی کرتا ہے، آبرو میں اور عصمتیں اسی کی اوٹ میں ٹوٹی جاتی ہیں، شرانگیز قوتیں ہر قسم کی مزاحمت سے بے خوف ہو کر شرانگیزی کی حد کر دیتی ہیں اور جس کو ٹوٹنا ہوتا ہے، وہ خود خواب غفلت میں بے سندھ پڑا ہوتا ہے۔ دشمن بے خبری میں اس کو اپنے نئے میں لے لیتا ہے، اُسے اتنی فرصت بھی نہیں ملتی کہ وہ مدد کے لیے اپنے کسی دوست کو پکار سکے، اس لیے رات کی تاریکی کے شر سے بالخصوص پناہ مانگنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔

۳ نفثات، نفثاتہ کی جمع ہے، یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ نَفَثٌ کا معنی ہے قذف السریق القلیل (مغزوات)، تھوڑی سی تھوک پھینکنا، لیکن علامہ ابن منظور کہتے ہیں کہ تھوڑی سی تھوک پھینکنے کو النفث کہا جاتا ہے۔ نفث اس سے بھی نیچے کا درجہ ہے جو چھوٹک مارنے سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ النفث اقل من النفث لان النفث لا یكون الا معہ شیئی من الریق والنفث شبیہ النفث۔ (لسان العرب)

## مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝

(میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ۵

عقد : عقدہ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے گروہ۔ جاؤ گروہ جب جاؤ کرتے ہیں تو وہ منتر اور طلسم پڑھ کر ایک جگہ کے ہیں گروہ دلتے ہیں اور اس پر پھونک مارتے ہیں۔ جس طرح پاک کلام کے پاکیزہ اثرات ہوتے ہیں اسی طرح ایسی منٹروں اور شیطانی طلسموں کے تکلیف دہ نتائج ہوتے ہیں۔ سحر سے کسی چیز کی حقیقت بدلتی ہے یا نہیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے انسان نفسیاتی طور پر ضرورتاً اثر ہوتا ہے۔ ہاروت و ماروت کے واقعہ میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ شیطان لوگوں کو ایسا جادو سکھایا کرتے تھے مابین قون بد بین المسلمین و زوجہ کہ اچھا بھلا راستا گھر اختلاف کی نذر ہو جاتا۔ میاں بیوی کی باہمی محبت و پیار، نفرت و عداوت سے بدل جاتی۔ ساحران فرعون کے متعلق بھی قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جب انہوں نے اپنے منتر پڑھ کر رسیوں پر پھونک ماری تو ہزار ہا لوگ جو وہاں دربار میں موجود تھے ان سب کو یہ نظر آیا کہ وہ رسیاں سانپ بن گئی ہیں اور سانپ کی طرح لہرا رہی ہیں۔

کسی کو کیا شکر کوئی تعیبت الفطرت انسان اس کے لیے کیا کیا جادو کر رہا ہے اور چند لوگوں کے ضمن کس طرح اس کے دہپنے آزار ہے اس لیے اس چیز کو بھی خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا کہ الہی جو بدکوشی مجھے دکھ پہنچانے میرے گھر کا سکون بر باد کرنے میری صحت کو بگاڑنے کے لیے ان ذلیل حرکتوں میں لگے ہوئے ہیں میں خود ان کے شر سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اے میرے مولا اے میرے گمبھان! مجھے اپنی پناہ میں لے لے اور ان کے شر سے مجھے بچالے۔

جادوگری کا پیشہ اکثر وہی شتر عورتیں کیا کرتی تھیں اس لیے نفاثات مونت کا صیغہ استعمال کیا۔

۵ حسد کی تشریح کرتے ہوئے ابن منظور کہتے ہیں : اذ اقتصی ان تتحول الیہ نعتہ و فضیلتہ او یسلب لہما۔ (لسان العرب) یعنی کسی کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلتا اور یہ آرزو کرنا کہ کاش یہ دولت اس کے جیلانے مجھے ملتی اس عزت و فضیلت سے اس کے بجائے میں بہرہ ور ہوتا۔ اور اگر یہ چیزیں میرے نصیب میں نہ تھیں تو کم از کم اس سے بچیں لی جاتیں اس کو بھی ان سے محروم کر دیا جاتا۔

یہ جذبہ انسان کی کیلگی اور خستہ طبع پر دلالت کرتا ہے، لیکن بات یہاں تک محدود نہیں رہتی۔ بسا اوقات یہ بڑے بڑے جوہر و ستم کا سبب بن جاتی ہے۔ جو انسان حسد کی آگ میں مل رہا ہوتا ہے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا نہیں رہتا بلکہ ایسی تدبیریں سوچتا ہے ایسی سازشیں کرتا ہے، اس قسم کے گنہ جوڑ کر تم سے جس سے وہ اپنی ناپاک آرزو کو پورا کر سکے اس سے ایسی ایسی مذموم حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو شرف انسانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ قابیل نے ہابیل کو حسد کی وجہ سے ہی قتل کیا تھا۔ ابو جہل اور دیگر اکابر قریش یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضور سچے نبی ہیں محض حسد کی وجہ سے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے تھے۔

جس انسان پر اللہ تعالیٰ کا کوئی خصوصی کرم ہوتا ہے اس کے بہ خواہ اکثر پیدا ہو جاتے ہیں، وہ ان کی عزت کرتا ہے، ان کی

دلجوئی کرتا ہے، جہاں تک بن پڑے ان کی خدمت سے بھی گریز نہیں کرتا اس کے باوجود حاسدوں کے سینوں میں حسد کی آگ  
 بجھتی رہتی ہے۔ وہ بلا وجہ جلتے رہتے ہیں۔ انسان نہ تو خود دیر حاسد کو پہچان سکتا ہے اور نہ حاسدوں کے منصوبوں سے آگاہ  
 ہو سکتا ہے اور اگر آگاہ ہو بھی جائے تو بسا اوقات ان کا تدارک کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ اس لیے حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اپنے  
 رب کریم کے دامنِ عاطفت میں پناہ لے لو۔ بے شک ان حاسدوں کی شرانگیزیوں سے وہی نجات سکتا ہے جسے اس کی پناہ  
 حاصل ہو جائے۔

الہی! تیرا رزار و ناتوان، ضعیف و بے نوابندہ تیرے دامنِ لطف و کرم میں پناہ طلب کرتا ہے۔ تیری  
 پناہ کے بغیر اس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

اللہم صل وسلم وبارک علی سیدنا و مولانا محمد  
 الحامد المحمود وعلی آلہ و صحبہ و من تبعہ و  
 احبہ الی یوم الدین۔